ماہنامہ تہذیب الاخلاق
جلد:۳۹، شمارہ:۱۲، دسمبر ۲۰۲۰ء

ڈاکٹر شارق عقیل *

جواہر لعل نہرو میڈیکل کالج

۱۹۲۰ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پارلیمنٹ سے منظور ہوئی۔ اس کے ۴۲ سال بعد ۲/ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو یونیورسٹی کے جواہر لعل نہرو میڈیکل کالج کا افتتاح ہوا۔ یہ سب اُن سرفروشوں، جانبازوں اور عاشقانِ علم و ہنر کی مرہون منت ہے جنھوں نے انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں اپنے بے پناہ خلوص اور خونِ جگر سے اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں میڈیکل کالج قائم کرنے کی اسکیم سب سے پہلے ایم.اے.او. کالج کے ایک مایہ ناز فرزند ڈاکٹر سرضیاء الدین نے (سر آغا خاں کی ہمت دلانے پر) اس وقت بنائی تھی جب وہ دوسری مرتبہ (۱۹۴۱ء-۱۹۴۷ء) مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہوئے۔ انھوں نے میڈیکل کالج کے لیے چندہ جمع کرنے کے واسطے خان بہادر اسلام نبی خاں صاحب کی سرکردگی میں ایک کمیٹی بنائی اور اس طرح یونیورسٹی کے بہت سے پڑھنے اور پڑھانے والے حضرات پورے ملک میں چندہ حاصل کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ اس مہم میں یونیورسٹی کے نامور استاد اور جادو بیان مقرر پروفیسر ہادی حسن سب سے پیش پیش تھے اور ان کی رہنمائی میں تیس لاکھ روپے کا چندہ جمع ہوا جس میں سونے چاندی کے زیورات، گھڑیاں، فاؤنٹن پین اور ریز گاری کے سکے تک شامل تھے۔ سر آغا خاں نے ایک لاکھ روپے اپنی جیب خاص سے دیئے۔ اسی اثناء میں دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد ڈاکٹر سرضیاء الدین نے اپنے بے پناہ اثر ورسوخ اور زبردست حکمتِ عملی سے امریکن جنگی اسپتال کا کُل ساز وسامان اپنے مجوزہ میڈیکل کالج کے لیے حاصل کرلیا۔ اُدھر ۱۹۴۶ء کے آتے آتے ملک کی تحریکِ آزادی کامیابی کے قریب آ گئی تھی، چنانچہ مرکز میں ایک عبوری حکومت کی تشکیل ہوئی جس میں راجہ غضنفر علی خاں وزیر صحت تھے ۔ ڈاکٹر ضیاء الدین کی درخواست پر وہ علی گڑھ تشریف لائے اور ریلوے لائن کے پار، مرہٹوں کے قلعے کے پاس جو یونیورسٹی کی زمین تھی اس پر ایک سادہ سی تقریب میں کالج کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا۔ راجہ صاحب نے اس تقریب میں اعلان کیا کہ اگر یونیورسٹی میڈیکل کالج کے لیے پچاس لاکھ روپے جمع کرلے تو حکومتِ ہند بھی اسی قدر رقم اس مد میں عطیہ دے گی۔ اُدھر ۱۹۴۷ء میں ملک تو آزاد ہوگیا مگر سیاسی فضا کچھ ایسی مکدر ہوئی کہ بہت سے برادرانِ وطن کی نظر میں یونیورسٹی کھٹکنے لگی اور میڈیکل کالج کی پوری اسکیم کچھ عرصے کے لیے معرضِ التوا میں پڑ گئی۔ اِن حالات میں اگر جواہر لعل نہرو، مولانا آزاد اور ڈاکٹر ذاکر حسین جی جان سے کوشش نہ کرتے تو یونیورسٹی کا بچانا اور سنبھالنا ممکن نہ تھا۔ الغرض ۱۹۴۹ء میں جب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب وائس چانسلر بنے تو انھوں نے تین اہم اقدامات کیے:

---

* چیف میڈیکل آفیسر، یونیورسٹی ہیلتھ سروس، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ-۲۰۲۰۰۲ (یوپی) انڈیا

(۱) کالج کے لیے جو رقم جمع ہوئی تھی، اس کے نفع سے انھوں نے ملک کے مختلف میڈیکل کالجوں میں پڑھنے والے لڑکے اور لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم کے لیے قرض حسنہ کے طور پر تعلیمی وظائف، اس شرط پر دیئے کہ وہ تعلیم ختم کرنے کے بعد اپنی خدمات کم از کم تین سال کے لیے یونیورسٹی کے میڈیکل کالج کو دیں گے۔ اس اسکیم سے بہت سے طلبہ وطالبات نے فائدہ اُٹھایا، اعلیٰ تعلیم مکمل کی، پھر اپنی خدمات یونیورسٹی کو پیش کیں اور میڈیکل کالج کے قیام اور انتظام میں زبردست کردار ادا کیا۔ ان حضرات میں نمایاں نام پروفیسر نسیم انصاری (سرجری)، پروفیسر توصیفہ خان اینستھیسیولوجی، پروفیسر مسز انصار اے. خان (پیتھالوجی) اور پروفیسر شائستہ محسن (گائناکولوجی) کا تھا۔

(۲) ڈاکٹر موہن لال کے ساتھ مل کر آنکھوں کی بیماریوں کے علاج کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی آپتھلیمک انسٹی ٹیوٹ کے نام سے ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قائم کیا۔ اس میں MBBS پاس طلبہ وطالبات داخل کیے جاتے اور انھیں PG Diploma in Ophthalmology کی سند دی جاتی۔ اس ادارے کا سنگ بنیاد ۱۹۵۲ء میں حکومتِ ہند کی وزیر صحت راجکماری امرت کور نے رکھا، پھر ۱۹۵۵ء میں خود وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو نے علی گڑھ آکر اس انسٹی ٹیوٹ کا افتتاح کیا۔ یوں علی گڑھ میں پوسٹ گریجویٹ کی تعلیم پہلے شروع ہوئی اور گریجویٹ کی تعلیم بعد میں، اس طرح یونیورسٹی میں فیکلٹی آف میڈیسن قائم ہوئی۔ جو طبیہ کالج اور انسٹی ٹیوٹ آف Ophthalmology پر مشتمل تھی، شفاالملک حکیم عبداللطیف صاحب پرنسپل طبیہ کالج اس کے پہلے ڈین مقرر ہوئے پھر ان کے سبک دوش ہونے کے بعد انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر ڈاکٹر بی آر شکلا نے یہ ذمہ داری سنبھالی۔

(۳) وہ سربراہانِ مملکت جو وقتاً فوقتاً ہندوستان کے دورے پر آئے تھے، اُنھیں علی گڑھ آنے کی دعوت دی۔ سعودی عرب کے شاہ سعود یہاں آکر بہت متاثر ہوئے اور انہی کی ایما پر ۱۹۵۳ء میں یونیورسٹی کا ایک اعلیٰ سطحی وفد سعودی عرب گیا۔ اس وفد میں ڈاکٹر ذاکر حسین، نواب چھتاری، نواب زادہ ابن سعید خاں، پرنس نجم الدین اور یونیورسٹی کے سی.ایم.او. ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن شامل تھے۔ شاہ سعود نے دس لاکھ روپے کا گرانقدر عطیہ میڈیکل کالج کے لیے پیش کیا۔

۱۹۵۶ء میں کرنل بشیر حسین زیدی نے وائس چانسلر کی ذمہ داری سنبھالتے ہی یوپی حکومت سے میڈیکل کالج کے قیام کے لیے رابطہ کیا۔ بڑی جانفشانی کے بعد یوپی گورنمنٹ نے اپنی دو شرطوں پر کالج کا قیام منظور کیا۔ ایک یہ کہ میڈیکل کالج سے ملحق اسپتال کا انتظام حکومت یوپی کے ہاتھ میں ہوگا اور دوسرے یہ کہ میڈیکل کالج کے داخلوں میں یونیورسٹی کے اندرونی طلبہ کے لیے ۵۰ فی صد نشستیں صرف دس برس کے لیے مخصوص ہوں گی اور اس کے بعد کوئی ریزرویشن نہیں ہوگا۔ کرنل زیدی نے انتہائی سوجھ بوجھ اور حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے ایک درمیانی راستہ نکالا۔ معاملہ اس طرح طے ہوا کہ ۱۹۶۰ء میں بنارس میں میڈیکل کالج کھل گیا۔ کرنل زیدی نے صلح اس بات پر کر لی کہ جو معاملہ حکومت بنارس ہندو یونیورسٹی کے اسپتال کے ساتھ کرے گی وہی علی گڑھ کے ساتھ ہوگا۔ میڈیکل کالج کے قیام کے لیے حکومت یوپی کی منظوری بہت ضروری تھی کیوں کہ دستور ہند کے مطابق میڈیکل کالج سے ملحق اسپتال کے سارے اخراجات کی ذمہ داری صوبائی حکومت پر تھی اور اس کی منظوری کے بغیر کالج چل نہیں سکتا تھا۔ اسی درمیان کرنل

زیدی کی درخواست پر UGC نے میڈیکل کالج کی ضرورتوں کا اندازہ لگانے کے لیے ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی علی گڑھ بھیج دی مگر اس کمیٹی کی رپورٹ کے انتظار کے بغیر ہی خود UGC نے ہی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں میڈیکل کالج کے کھولنے کی منظوری دے دی۔ اس طرح ۲/اکتوبر ۱۹۶۲ء کو اولڈ فزکس ڈیپارٹمنٹ کے لکچر تھیٹر P-1 میں ایک پُر وقار تقریب میں میڈیکل کالج کا افتتاح عمل میں آیا۔ وائس چانسلر کرنل بشیر حسین زیدی کی موجودگی میں پروفیسر ہادی حسن نے میڈیکل کالج کا افتتاح کیا۔ اس تقریب میں ٹائیگر لاک کے مالک سیٹھ سُریندر کمار بطور مہمان اعزازی موجود رہے۔ اس وقت تک کالج کی اپنی کوئی عمارت تو تھی نہیں، لہٰذا اولڈ فزکس ڈیپارٹمنٹ میں ہی میڈیکل کالج کی تدریس شروع ہوئی۔ پروفیسر ایس.ایم.ایچ نقوی کالج کے پہلے پرنسپل اور ایس پی ایم شعبہ کے کارگزار صدر مقرر ہوئے۔ پروفیسر ڈی کمار نے اناٹمی (Anatomy)، پروفیسر جے این پرساد نے فزیولوجی (Physiology) اور پروفیسر انتصار حسین نے شعبہ بایوکیمسٹری کی باگ ڈور سنبھالی۔ MBBS سال اول کے لیے پچاس سیٹوں کی منظوری ملی تھی جس میں پچیس اندرونی (Internal) اور پچیس بیرونی (External) طلبہ کا ہونا لازمی تھا اور دونوں زمروں میں کم از کم پانچ پانچ سیٹیں طالبات کے لیے مخصوص تھیں۔ یہ داخلہ مکمل طور سے تحریری امتحان پر مشتمل تھا جس میں نہ کوئی انٹرویو تھا اور نہ ہی کوئی کسی قسم کا نومینیشن، مگر پہلے سال کل چالیس امیدواروں کو داخلہ ملا۔

ابھی تک کالج کی اپنی کوئی عمارت نہ تھی اس لیے پڑھائی کا انتظام فزکس کی پُرانی عمارت میں ہوتا رہا۔ دوسرے سال کے اختتام پر MBBS کا پہلا امتحان ۱۹۶۴ء میں ہوا۔ اس عرصے میں MCI نے اناٹمی، فزیالوجی اور بایوکیمسٹری کی تدریسی سہولیات کا معائنہ کرکے، اسے منظور کرنے کی سفارش کردی۔ اب طلبہ کے لیے کلینیکل (Clinical) تعلیم، اسپتال میں تربیت کا مرحلہ آیا۔ اس سلسلے میں حکومت یوپی نے ضلع اسپتال لیڈی ڈفرن اور Infections Disease Hospital میں انتظامات کی درخواست کی گئی۔ اس تربیت کے لیے یونیورسٹی ہیلتھ سروس اور گاندھی آئی ہاسپٹل کو بھی بروئے کار لایا گیا۔ یونیورسٹی ہیلتھ سروس کی ابتداء بھی بڑی دلچسپ ہے۔ دراصل اپریل ۱۹۰۱ء میں لارڈ کرزن (Lord Curzon) نے ایم اے او کالج اور بورڈنگ ہاؤس کا دورہ کرنے کے بعد اپنی جانب سے کچھ عطیہ دینے کی پیش کش کی۔ اس وقت کالج کے پرنسپل مسٹر موریسن نے انھیں بتایا کہ سردست فوری طور پر ایم.اے.او. کالج کے طلبہ کے لیے اسپتال کی اشد ضرورت ہے۔ لارڈ کرزن نے اُسی وقت ایک ہزار روپے کا عطیہ ہاسپٹل کے لیے پیش کیا اور بعد میں جب یونیورسٹی ہیلتھ سروس وجود میں آئی تو ابتداً اس کا نام کرزن ہاسپٹل ہی تھا۔ پھر EC کے Resolution نمبر ۲۷ بتاریخ ۱۴/مارچ ۱۹۳۲ء کے تحت یہ ہاسپٹل صرف کالج کے طلبہ و طالبات اور اسٹاف کے لیے مخصوص کیا گیا۔ سردست ہاسپٹل میں دس بستروں کا Isolation Ward، دس بستروں کا طالبات کا وارڈ اور تیس بستروں پر مشتمل طلبہ کا وارڈ موجود ہے۔ اسپتال سے ہر سال تقریباً ساٹھ سے ستّر ہزار مریض علاج پا رہے ہیں۔ چوبیس گھنٹے ایمرجنسی خدمات موجود ہیں۔ مئی ۱۹۹۶ء میں موجودہ MAS کو بھی اس اسپتال کی عمارت میں منتقل کردیا گیا۔ جب جولائی ۱۹۶۴ء میں پروفیسر نسیم انصاری (جو یونیورسٹی کے خرچ پر لندن سے سرجری کی اعلیٰ تعلیم اور تربیت لے کر آئے تھے) کا تقرر شعبۂ سرجری میں ہوا، تو پہلے بیچ کے طلبہ کا تیسرا تعلیمی سال شروع ہو چکا تھا، اب ان کی سرجری کی تعلیم شروع ہونے کا وقت آ گیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے سرجری کا پہلا لکچر اولڈ فزکس کی عمارت کے اس

بڑے ہال میں دیا جس میں ۱۹۴۵ء-۱۹۴۷ء تک خود اُنھیں فزکس پڑھائی جاتی تھی۔اور حسنِ اتفاق دیکھیے کہ اسی ہال میں ڈاکٹر سرضیاء الدین نے بایولوجی پڑھنے والے طلبہ کو ۱۹۴۶ء میں ریاضی اور ٹرگنامیٹری (Trignometery) پر کئی لکچرس دیئے تھے۔شاید اُن کے دل میں یہ آرزو رہی ہوگی کہ انہی طلبہ میں سے کوئی میڈیکل کالج سے منسلک ہوکر وہاں کا انتظام بھی سنبھالے گا

سرجری کا پہلا عملی سبق Practical Training ضلع اسپتال کے ایک کمرے میں دیا گیا جس میں فرنیچر کے نام پر صرف دو عدد اسٹول اور ایک پُرانی تپائی (Bench) پڑی ہوئی تھی۔یہ کمرہ کبھی زخموں کی مرہم پٹی کے لیے استعمال ہوتا تھا۔رجسٹریشن آفس کے سامنے ایک عورت پیٹ کے درد سے کراہ رہی تھی، اس عورت کو تپائی پر لٹایا گیا اور ڈاکٹر نسیم انصاری نے طلبہ وطالبات کے سامنے اس کے پیٹ کا طبی معائنہ کیا۔معلوم ہوا کہ اسے پتے کا کینسر (Gallbladder Cancer) تھا۔یہ سرجری کا پہلا عملی سبق تھا، جس کے لیے ڈاکٹر نسیم انصاری رکشہ پر بیٹھ کر ضلع اسپتال گئے اور کالج کے لڑکے ولڑکیاں اپنی سائیکلوں اور کچھ رکشوں سے وہاں پہنچے۔اس ہاسپٹل میں سرجری کے دو آپریشن کیے گئے پہلا ایک یونیورسٹی ملازم کی گردن سے ٹیومر (Tumour) نکالنے کا تھا اور دوسرا اِسی مریضہ کا۔دونوں آپریشن کامیاب رہے اور یہ دونوں مریض بغیر کسی شکایت کے ہاسپٹل سے ڈسچارج کیے گئے۔ان دونوں آپریشن میں بے ہوشی کا انجکشن OT میں کام کرنے والے ایک کمپاؤنڈر نے دیا کیوں کہ اس وقت اس کے علاوہ کوئی انتظام ممکن نہ تھا۔آپریشن کے اوزار (Instruments) وہی تھے جو بیس برس پہلے ڈاکٹر سرضیاء الدین نے امریکن فوجی اسپتال سے حاصل کیے تھے، اُنھیں پریشر کوکر میں اچھی طرح پانی میں اُبال کر آپریشن کے لیے

تیار کیا گیا۔گاندھی آئی اسپتال کی ایک تجربہ کار نرس نے OT ٹیکنیشین (Technician) کی ذمہ داری نبھائی اور طبیہ کالج کے ایک نوجوان حکیم صاحب کو معاون کے طور پر ساتھ لیا گیا۔کرنل زیدی کے بعد بدرالدین طیب جی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہوئے اور میڈیکل کالج کے لیے کئی تقرریاں عمل میں لائی گئیں۔مثلاً: ڈاکٹر عمار حسن، ڈاکٹر جی پی ماتھر، ڈاکٹر سراج الدین خواجہ، ڈاکٹر شائستہ محسن، ڈاکٹر ایم.سی گپتا، ڈاکٹر وائی وی ایس گہلوت، ڈاکٹر ظفر سیلجا، ڈاکٹر زینت انصاری، ڈاکٹر پی این سکینہ، پروفیسر سمیع حمید، ڈاکٹر اقبال اشرف، ۱۹۶۶ء میں ریڈیالوجی کا شعبہ کھلا اور ڈاکٹر جوہری کوریڈر بنایا گیا۔اُسی زمانے میں ایک اہم میٹنگ میں پروفیسر ہارون رشید شروانی کے مشورے پر میڈیکل کالج کا نام ملک کے پہلے وزیراعظم کے نام پر "جواہر لعل نہرو میڈیکل کالج" رکھا گیا۔ابھی تک میڈیسن اور سرجری کی OPD ٹریننگ یونیورسٹی ہیلتھ سروس میں دی جاتی تھی۔ ۱۹۶۵ء میں طبیہ کالج کا ایک حصہ طلبہ کے لیے In patient Surgical Training کے لیے حاصل کیا گیا۔اب نواب علی یاور جنگ کی وائس چانسلر شپ کا دور شروع ہو چکا تھا۔ اس یونٹ کی عمارت میں کچھ تبدیلیاں کر کے اتنی گنجائش پیدا کرلی گئی کہ چالیس مریضوں کے داخلے کا معقول انتظام ہوگیا اور اس میں دس بستر خواتین کے لیے مخصوص کیے گئے۔ یہاں جنرل سرجری اور ہڈیوں کے آپریشن ہونے لگے۔اس وقت تک میڈیکل کالج کی اپنی کوئی عمارت تیار نہیں تھی اور تعلیم کا یہ سلسلہ طبیہ کالج یونیورسٹی ہاسپٹل ،ضلع اسپتال اور گاندھی آئی اسپتال میں جاری تھا۔پھر طبیہ کالج کے اس حصے کو جس میں پرنسپل کا دفتر تھا، میڈیکل کالج کی ضرورتوں کے لیے استعمال کیا جانے لگا اور ساتھ ہی کچھ موٹر گیراجوں کو مطب کے طور پر تبدیل کر دیا گیا اور اس طرح وہ تمام شرطیں

کسی نہ کسی طرح پوری کردی گئیں جو میڈیکل کاؤنسل آف انڈیا (MCI) نے لگائی تھیں، چنانچہ ہماری ڈگری تسلیم کرلی گئی...لیکن منزل ابھی دُور تھی۔ ابھی تک یہ پتا نہیں تھا کہ اسپتال کا خرچ کہاں سے چلے گا اس کا وقتی انتظام یہ ہوا کہ یونیورسٹی نے اپنے خزانے کھول دیئے کہ جتنی رقم کی ضرورت ہو، وہاں سے لے لیا جائے۔ علی گڑھ کے کم پڑھے لکھے غریب مردوں اور عورتوں کو دو روپے ستر پیسے کی یومیہ اجرت پر ملازم رکھا گیا۔ اُنھیں اسپتال میں کام کاج کرنے کی ٹریننگ دی گئی اور پھر کارآمد بنایا گیا۔ آج اُنہی میں سے بہت سے غریب افراد کی بیٹیاں اسکول کی تعلیم پوری کر کے میڈیکل کالج کے نرسنگ اسکول میں تربیت حاصل کر رہی ہیں۔ اپریل ۱۹۶۹ء تک میڈیکل کالج کی عمارتیں اس قابل ہوچکی تھیں کہ ہاسپٹل کے کچھ حصے ان میں منتقل کر دیئے جائیں۔ چنانچہ مختلف OPD اور میڈیسن اور پیڈیاٹرکس کے وارڈ سب سے پہلے منتقل کیے گئے۔ ابھی تک ہاسپٹل میں کچن کا نظم نہیں تھا اس لیے مریضوں کے کھانے اور ناشتے سرسید ہال کے ڈائننگ ہال میں تیار کر کے رکشوں کے ذریعہ ہاسپٹل پہنچائے جاتے تھے۔ اکتوبر ۱۹۶۹ء تک ہاسپٹل کے سارے شعبے میڈیکل کالج کی نئی عمارت میں منتقل ہوگئے۔ اس نئے ہاسپٹل میں کل ۳۵۰ مریضوں کا انتظام تھا جس میں دس بستر علیحدہ ایمرجنسی میں اور سولہ اسپیشل وارڈ تھے، جب کہ آپریشن تھیٹرس کی تعداد کل دس تھی۔ اس درمیان میڈیکل کالج کے طلبہ کے لیے ۳۲۵ کمروں پر مشتمل نئے ہال کی تعمیر ۱۹۷۰ء میں مکمل ہوئی۔ جو اولاً راس مسعود ہال کے ساتھ ملحق تھا پھر اگلے ہی سال ۱۹۷۱ء میں یہ آر ایم ہال سے باضابطہ الگ ہوکر نئے ہال یعنی ہادی حسن ہال کے نام سے وجود میں آیا اور پروفیسر اقبال اشرف اس کے پہلے پرووسٹ مقرر ہوئے۔ بعد میں طلبہ کی بڑھتی تعداد کو دیکھتے ہوئے اس میں PG Hostel اور Annexe کا مزید اضافہ ہوا۔ میڈیکل کالج کی طالبات کے قیام وطعام کا بندوبست سروجنی نائیڈو ہال میں کیا گیا۔

اسپتال چلانے کے لیے خرچ کا معاملہ بھی اکتوبر ۱۹۶۹ء میں اس طرح طے ہوا کہ حکومت نے فیصلہ کر دیا کہ اسپتال کے خرچ کے لیے یونیورسٹی کو الگ سے فنڈ دیا جائے گا۔ ابتدائی ساری رُکاوٹیں دُور ہوتے ہی یہ فیصلہ ہوا کہ اب ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام ہونا چاہیے۔ چنانچہ ۱۹۷۱ء سے تقریباً ہر مضمون میں پوسٹ گریجویٹ میڈیکل تعلیم یعنی MD / MS میں داخلے شروع ہوگئے۔

اکتوبر ۱۹۶۹ء میں وزیر صحت کی جانب سے نئی دہلی میں ایک میٹنگ منعقد کی گئی جس میں مرکزی وصوبائی حکومت کے نمائندوں کے علاوہ یو جی سی، بی ایچ یو اور اے ایم یو کی جانب سے رجسٹرار ڈاکٹر ذکی الدین احمد اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ میڈیکل کالج ڈاکٹر نسیم انصاری نے شرکت کی اور میٹنگ میں یہ حتمی طور پر طے ہوگیا کہ بی ایچ یو اور اے ایم یو سے ملحق سارے اسپتالوں کے اخراجات یو جی سی اور یوپی حکومت برداشت کرے گی اور اسپتال کا انتظام یونیورسٹی اپنے قوائد کے مطابق کرے گی۔ یہیں سے میڈیکل کالج کی تاریخ کا نیا روشن باب شروع ہوتا ہے۔ اسی سال پروفیسر نقوی کے ریٹائر ہوتے ہی پروفیسر بی آر شکلا ڈین اور ہاسپٹل کے سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ پھر ۱۹۷۰ء جنوری میں کرنل تاج الدین نے میڈیکل کالج کے پرنسپل، میڈیسن فیکلٹی کے ڈین، میڈیکل کالج کے CMS اور یونیورسٹی کے اعزازی CMO کی حیثیت سے چارج لیا۔ موصوف مدراس یونیورسٹی سے MD اور ایڈنبرا یونیورسٹی سے میڈیسن میں DTM&H تھے۔ کرنل محمد یونس خاں کو بھی ۱۹۷۰ء میں اسپتال کا Administrative Officer مقرر

کیا گیا جنھیں دوسری جنگ عظیم کے وقت یورپ میں طبی خدمات کا تجربہ تھا۔ مس اسکاٹ، جو آرمی میڈیکل کور کی ریٹائرڈ آفیسر تھیں بحیثیت میٹرن (Matron) تشریف لائیں۔ Intravenous Fluids اسپتال ہی میں تیار ہونے لگے تھے اور Central Sterilizations Unit (CSU) کام کر رہی تھی۔ اب کھانا ہاسپٹل کے کچن میں تیار ہونے لگا اور ریزیڈنٹ ڈاکٹروں کے لیے ناشتے، لنچ اور ڈنر کی سہولیت کی گئی۔ میڈیکل کالج نے ایک اعلیٰ قسم کا رُورل ہیلتھ سینٹر (RHC) ایس پی ایم ڈیپارٹمنٹ کی مدد سے علی گڑھ سے سات آٹھ کلومیٹر دور دیہی علاقے جَواں میں قائم کیا تا کہ غریب، دیہی عوام کو ان کے اپنے علاقے میں طبی سہولیت مل سکے۔

کرنل تاج الدین کے بعد پرنسپل کے طور پر بریگیڈیر ایم آئی حسن، پروفیسر محمد ظہیر، پروفیسر مہدی حسن، پروفیسر عارف صدیقی، پروفیسر مزمل اللہ، پروفیسر ایس اے صادق مقرر ہوئے، ان سب حضرات نے کالج اور ہاسپٹل کی ترقی کے لیے بہت سے اقدامات کیے مگر اب وقت کروٹ لے رہا تھا اور وہ دور شروع ہو رہا تھا جب خود یہیں سے فارغ التحصیل طلبہ، اپنی مادرِعلمی کی سربراہی کے لیے تیار ہو چکے تھے چنانچہ میڈیکل کالج کے لیے یہ بڑے اعزاز کی بات تھی کہ خود اسی کالج کے طالب علم پروفیسر محمد مبشر (۱۹۶۲ء بیچ)، پروفیسر اشرف ملک (۱۹۶۶ء)، پروفیسر طارق منصور (۱۹۷۳ء)، پروفیسر امان اللہ خاں (۱۹۷۰ء)، اور ڈاکٹر ایس سی شرما (۱۹۷۳ء)، کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ پروفیسر طارق منصور نے یہ تاریخ بھی رقم کی کہ وہ اس میڈیکل کالج کے پہلے طالب علم ہیں جو کسی بھی مرکزی یونیورسٹی کے وائس چانسلر بنے۔ پروفیسر او پی کالرا (۱۹۷۲ء بیچ) اس وقت پنڈت بی ڈی شرما یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز روہتک (ہریانہ) کے وائس چانسلر ہیں۔ کالج کے اساتذہ بھی یونیورسٹی انتظامیہ کے اہم ترین عہدوں پر فائز ہوتے رہے۔ پروفیسر تبسم شہاب (سابق صدر پیڈیاٹرکس) اور پروفیسر محمد حنیف بیگ (سابق صدر سرجری اور سابق صدر شعبہ CTVS، نائب شیخ الجامعہ (PVC) مقرر ہوئے۔ پروفیسر مہدی حسن کالج کے واحد استاد ہیں جن کو حکومتِ ہند نے ۲۰۱۲ء میں پدم شری کے اعزاز سے بھی سرفراز کیا۔ انھیں اور پروفیسر پی این سکسینہ (فارماکولوجی) کو نیشنل اکیڈمی کی فیلوشپ (FNA) عطا کی گئی۔ اناٹمی کے میدان میں پروفیسر مہدی حسن نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔ اس مضمون میں امتیاز کے ساتھ MS کرنے والے وہ پہلے ہندوستانی ہیں۔ انھوں نے Ph.D. اور D.Sc کی ڈگری حاصل کی۔ انڈین ریڈکراس کی طبی کمیٹی کے وہ صدر رہے۔ جرمن زبان پر ان کی دسترس کا عالم یہ تھا کہ وہ مسلسل سترہ سال تک JNU دہلی اور AMU میں جرمن زبان کے External Examiner رہے۔ پروفیسر کے سی سنگھل NIMS یونیورسٹی جے پور کے وائس چانسلر مقرر کیے گئے۔ مرحوم پروفیسر نسیم انصاری (سابق صدر شعبۂ سرجری) کے نام پر لکھنؤ کے KGMC میں Oration Lecture ہر سال ہو رہے ہیں۔ پروفیسر سہیل احمد (مائیکروبایولوجی) کو ملیریا ریسرچ اور Parasitology کے میدان میں نمایاں مقام حاصل ہوا۔ پروفیسر اُوم چندرا (فارماکولوجی)، پروفیسر اشوک بَل (مائیکروبایولوجی)، پروفیسر وِشوا کرما (ENT)، ڈاکٹر سنہا (SPM)، پروفیسر مسعود اشرف (سرجری) اور پروفیسر عباس علی خاں (آرتھوپیڈک سرجری) نے اپنے اپنے میدان میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ SPM کے مقبول استاد ڈاکٹر بدرالحسن کئی برسوں تک میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، پھر ڈائریکٹر ہیلتھ اور ڈائریکٹر MAS رہے۔ پروفیسر محمد ظہیر (SPM)، پروفیسر اشوک بَل (مائیکروبایولوجی) اور پروفیسر سید ابرار حسن (ENT) نے متعدد بار یونیورسٹی کے

قائم مقام وائس چانسلر کی ذمہ داریاں بھی نبھائیں۔

میڈیکل کالج کے طالب علموں میں ڈاکٹر اشوک سیٹھ (۱۹۷۴ء) نے لمکا بک آف رکارڈس میں اپنا نام درج کرایا۔ امراض قلب (Cardiology) کے میدان میں ان کی گرانقدر خدمات کے اعتراف میں حکومتِ ہند نے پدم شری کے اعزاز سے سرفراز کیا۔ سلمان علی (۱۹۶۵ء بیچ) برمنگھم، نے آرتھوپیڈک سرجری کے میدان میں شہرت حاصل کی۔ ڈاکٹر سید فاروق (۱۹۶۲ء بیچ) نئی دہلی کے AIIMS میں آرتھوپیڈک سرجری کے سربراہ مقرر کیے گئے۔ ڈاکٹر شاہ عالم (۱۹۸۸ء بیچ) سردست AIIMS نئی دہلی میں پروفیسر ہیں۔ پروفیسر محمد مونس اکبر فریدی (۱۹۷۰ء بیچ)، نیانیٹالوجی (Neonatology) کے میدان میں قومی سطح پر اپنی شناخت قائم رکھتے ہوئے اس وقت لکھنؤ کے Era Medical College میں پرنسپل ہیں۔ ڈاکٹر عابد جیلانی (۱۹۸۱ء بیچ) دہلی کے جی بی پنت ہاسپٹل میں CTVS شعبے کے صدر رہ چکے ہیں وہیں ڈاکٹر نونیت کور UCMS دہلی میں صدر شعبۂ سرجری کی خدمات انجام دے چکی ہیں۔ ڈاکٹر ہلال فرید (۱۹۷۸ء بیچ) انگلینڈ میں مشہور آرتھوپیڈک سرجن کے علاوہ اردو شاعر کی حیثیت سے بھی منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر سلمان اختر (۱۹۶۴ء بیچ) غالب کے سائنسی، طبی اشعار کا انگریزی میں ترجمہ کرکے امریکہ میں خاصا نام پیدا کر چکے ہیں اور ممتاز Psychiatrist ہیں۔ نسیم صدیقی (۱۹۷۴ء بیچ) اردو میں عمدہ شاعری کررہے ہیں۔ ڈاکٹر شعیب ظہیر (۱۹۸۲ء بیچ) یونیورسٹی گیمس کمیٹی کے سکریٹری رہ چکے ہیں۔ ڈاکٹر امجد رضوی (۱۹۷۸ء بیچ) فی الوقت یہ ذمہ داری بحسن وخوبی نبھا رہے ہیں۔

ڈاکٹر محی الدین احمد نے جرمنی سے پی ایچ.ڈی.، پھر اسٹینڈفورڈ یونیورسٹی امریکہ سے PDF کیا اور اس وقت اوکھلا ہوما یونیورسٹی امریکہ میں نیوروسائنسز (Neuro Sciences) میں پروفیسر ہیں۔ اُنھیں حال ہی میں Excellence in Teaching Award 2020 سے سرفراز کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر فرحا عثمانی (۱۹۷۸ء بیچ) اقوام متحدہ کے ادارے UNFPA نیویارک میں ڈائریکٹر ہیں۔ لندن اسکول آف اکنامکس اور لندن اسکول آف ہائی جین (Hygiene) سے ہیلتھ پالیسی، پلاننگ اور فائنسنگ میں ماسٹرس کی ڈگری بھی حاصل کی ہے۔ ڈاکٹر حمیدہ طارق (۱۹۷۸ بیچ) معروف ماہر اطفال، لیڈیز کلب کی سرپرست اور IAP علی گڑھ کی صدر رہ چکی ہیں، ڈاکٹر سید مناظر علی (۱۹۷۷ء بیچ) نے امراض اطفال میں MD, DCH (Glasgow) DNB, MNAMS, FNFF جیسی ڈگریاں حاصل کیں اور اترپردیش IAP کے صدر رہے۔ ڈاکٹر سنجیو کمار (۱۹۸۱ء بیچ) اس وقت IAP اترپردیش کے صدر ہیں۔ پروفیسر اشرف خاں (۱۹۷۴ء بیچ) میڈیکل کالج سے ایم.ڈی. پیتھالوجی کرنے کے بعد امریکہ تشریف لے گئے۔ FRC Path. کی ڈگری حاصل کی اور یونیورسٹی آف Hassachusetts. میڈیکل اسکول سے منسلک ہیں۔ ڈاکٹر گیتا خواجہ (۱۹۷۳ء بیچ) نے دہلی کے جی بی پنت ہاسپٹل میں نیورو فزیشین (Neuro Physician) کی حیثیت سے خوب شہرت حاصل کی۔ ڈاکٹر کونکن شمسی نے امریکہ میں رہ کر Radio Diagnosis کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ ڈاکٹر سوربھ وارشنے MS(ENT) اس وقت AIIMS Ranchi میں Executive Director ہیں۔ لیفٹیننٹ کرنل راکیش گپتا ملٹری ہاسپٹل متھرا میں خدمات انجام دے چکے ہیں۔ ڈاکٹر بی بی ریواری (۱۹۷۷ء بیچ) ایم ڈی میڈیسن اس وقت ART Centre, NACO کے ڈائریکٹر ہیں۔ ڈاکٹر نریندر ملہوترا اور ان کی اہلیہ جے دیپ ملہوترا دونوں امراض نسواں

کی قومی فیڈریشن FOGSI کے قومی صدر رہ چکے ہیں۔ ڈاکٹر سروش رانا یونیورسٹی آف شکاگو میں Foetal Medicine کی سربراہ ہیں۔ ڈاکٹر راشد منظور خاں (MD Anaesth) شعبۂ Anesthesiology سے قبل از وقت سبک دوش ہوکر اس وقت سلطنت عمان میں خدمات انجام دے رہے ہیں اور Airway Management کے میدان میں بین الاقوامی شناخت رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر DPS Toor (۱۹۷۱ء) نے دہلی اور اطراف کے انتہائی پس ماندہ علاقوں میں زبردست طبی اور سماجی خدمات انجام دی ہیں۔ انھوں نے JNMC کے ایلمنائی کو جوڑنے اور مل کر طبی بیداری پیدا کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے اور سرسید ہاسپٹل کا آغاز کر کے غریب عوام کے لیے نئی امیدیں جگائی ہیں۔ ڈاکٹر سید ضیاء الرحمٰن (۱۹۹۰ء بیچ) اس وقت تک میڈیکل کالج کے واحد طالب علم ہیں جنھوں نے ملک کے باہر سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ انھوں نے فارماکولوجی کے میدان میں یونیورسٹی آف ویسٹرن سڈنی، آسٹریلیا سے یہ اعزاز حاصل کیا اور اسی یونیورسٹی نے اُنھیں ۲۰۱۸ء میں لیڈرشپ ایوارڈ وِنر سے سرفراز کیا۔ ڈاکٹر محسن رضا (۱۹۶۲ء بیچ) نے ۱۹۶۶ء-۱۹۶۷ء کی مدت کار کے لیے اے ایم یو طلبہ یونین میں صدر یونین کا انتخاب جیتا۔ اس کے بعد ڈاکٹر علی امیر (۱۹۷۴ء بیچ)، ۱۹۸۲ء-۱۹۸۳ء، صدر طلبہ یونین بن کر بہت مقبول ہوئے اور ڈاکٹر ایس ایم سرور حسین (۱۹۸۱ء بیچ)، ۱۹۸۷ء-۱۹۸۸ء کی میقات کے لیے طلبہ یونین کے صدر منتخب ہوئے۔ ڈاکٹر احتشام وقارِب (۲۰۰۲ء بیچ) نے IPS کوالیفائی کیا اور سردست جھارکھنڈ میں SP City ہیں۔

۱۹۸۲ء میں نرسنگ اسکول قائم کیا گیا۔ ابتداء میں دس طالبات کو داخلہ دیا گیا اب اس اسکول سے ہر سال بیس طلبہ و طالبات نرسنگ کا کورس مکمل کر رہے ہیں اسی سال سینے اور قلب کے امراض کی سرجری یونٹ (CTVS) قائم کی گئی۔ PGI Chandigarh سے پروفیسر گجرال وزیٹنگ پروفیسر کے طور پر آتے اور ہر مہینے کے دو مخصوص دِنوں میں OPD کرتے، لیکچر دیتے اور سینے اور دل کے آپریشن اپنی نگرانی میں کراتے۔ اسی درمیان پی جی آئی چنڈی گڑھ سے نوجوان سرجن ڈاکٹر محمد حنیف بیگ (MCH) کا تقرر ہوا اور اس یونٹ میں دل اور سینے سے متعلق آپریشن کثرت سے ہونے لگے اور بالآخر ۲۰۰۵ء میں CTVS کا علیحدہ ڈیپارٹمنٹ وجود میں آیا اور پروفیسر حنیف بیگ اس کے پہلے صدر مقرر ہوئے۔ اسی سال نیوروسرجری ڈیپارٹمنٹ بھی مکمل شعبے کی حیثیت سے سامنے آیا اور ڈاکٹر وی کے سریواستو اس کے پہلے صدر شعبہ بنے۔ بچوں کی مشکل سرجری کا شعبہ بھی علیحدہ وجود میں آیا اور پروفیسر عمران غنی اس کے پہلے صدر شعبہ مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر آر. ایس. چنّا نے بھی اس شعبے کو خوب تقویت بخشی اور بچوں کے ہر طرح کے مشکل سے مشکل آپریشن اب میڈیکل کالج میں گزشتہ کئی برسوں سے ہو رہے ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں ہی نفرولوجی (Nephrology) یعنی گُردوں کی بیماریوں کے علاج کا سیکشن، شعبۂ میڈیسن میں شروع ہوا اور کالج کے ہی نامور فرزند ڈاکٹر انور سلامت خاں (DM Nephrology) نے اس کی ذمہ داری سنبھالی۔ ۱۹۸۳ء میں پورے یوپی کے آٹھ میڈیکل کالجوں کے سرجری کے پی جی طلبہ کے لیے ہفتے بھر کا ایک معیاری تربیتی کورس کیا گیا جس میں ملک سے پندرہ چوٹی کے سرجن بلائے گئے، لیکچر دیئے گئے اور براہ راست آپریشن کیے گئے اور طلبہ کو دکھائے گئے۔ یہ ایک انتہائی کامیاب کوشش تھی اور باہر کے لوگوں کو پہلی بار پتا چلا کہ علی گڑھ کے میڈیکل کالج میں کس معیار کی سرجری ہو رہی ہے۔ ۱۹۸۵ء کا سال میڈیکل

کالج کے لیے بڑی خوشخبری لے کر آیا اور صرف ۲۳ سال کے عرصے میں ہماری MBBS کی سیٹیں پچاس سے بڑھا کر سو کر دی گئیں۔ ۱۹۸۶ء میں محترم ہاشم علی صاحب کی وائس چانسلری کے دور میں کالج میں علیحدہ امراض قلب کا سینٹر Centre of Cordiology وجود میں آیا جو پروفیسر محمد احمد (DM) کی زبردست تگ ودو کا مرہونِ منت ہے۔ وہ اس کے پہلے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۷ء میں اسی طرح کا دوسرا کورس کیا گیا۔ ۱۹۸۸ء میں نیشنل بورڈ آف ایگزامنیشن نے سرجری کا امتحان اسی میڈیکل کالج میں کرانے کا فیصلہ کیا جس میں سارے ہندوستان سے طلبہ نے شرکت کی۔ جو کالج بڑی بے سروسامانی میں بنا تھا۔ آج اس میں گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ تعلیم کے لیے ملک کے کونے کونے سے طلبہ بڑے شوق سے آتے ہیں۔ بہت سے شعبوں کے بارے میں یہ عام رائے ہے کہ جس معیار کی پڑھائی اور تربیت یہاں ہوئی ہے ویسی ہندوستان کے کم ہی میڈیکل کالجوں میں میسر ہے۔ میڈیکل کالج میں ۲۰۰۱ء میں میڈیکل ایجوکیشن نوٹ قائم ہوئی اور ڈاکٹر اُوشا سنگھ اس کی کوآرڈینیٹر بنائی گئیں۔ بعدازاں ڈاکٹر جاوید عثمانی، ڈاکٹر شمیم جہاں رضوی، ڈاکٹر ابرار حسن، ڈاکٹر اشرف ملک کوآرڈینیٹر رہے۔ ۲۰۰۹ء سے تا حال ڈاکٹر سیما حکیم اس کی کوآرڈینیٹر ہیں اور سخت محنت سے اسے آگے بڑھا رہی ہیں۔ ۱۹۷۶ء میں پروفیسر مہدی حسن کی کوششوں سے برین ریسرچ سینٹر (Brain Research Centre) قائم کیا گیا جسے ۱۹۷۸ء میں اکیڈمک کاؤنسل سے منظوری حاصل ہوئی۔ پروفیسر مہدی حسن، پروفیسر شمیم جہاں رضوی (سابق ڈین)، پروفیسر مبارک حسین، پروفیسر ابرار حسن اس کے ڈائریکٹر ہوتے رہے۔ فی الوقت پروفیسر آصف علی نومبر ۲۰۱۴ء سے اس کے سربراہ ہیں۔ پروفیسر جمال احمد (۱۹۷۳ء بیچ) نے بطور لکچرر جنوری ۱۹۸۳ء میں شعبۂ میڈیسن جوائن کیا۔ ۱۹۸۶ء میں پی جی آئی چنڈی گڑھ سے ذیابیطس اور Endocrinology میں DM کی ڈگری حاصل کرنے والے وہ اس میڈیکل کالج کے پہلے طالب علم بنے۔ جنوری ۱۹۸۷ء سے ہی انھوں نے اس کی علیحدہ OPD کا آغاز کیا اور اس طرح ذیابیطس، تھائیرائڈ اور دیگر بیماریوں کا خاطرخواہ علاج شروع ہوا۔ پروفیسر جمال احمد کی بے پناہ کوششیں اور کالج و یونیورسٹی انتظامیہ کی پشت پناہی آخر رنگ لائی اور میڈیکل کالج میں اکتوبر ۲۰۱۱ء میں راجیو گاندھی سینٹر فار ڈائبٹیز اینڈ کرائینولوجی (RGCDE) کا علیحدہ سینٹر بنا۔ ڈاکٹر شیلو شفیق صدیقی اس کے موجودہ ڈائریکٹر ہیں۔

ڈاکٹر محمد احمد ایک طویل عرصہ تک کالج ہاسپٹل کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے۔ اُنھی کی کوششوں سے ڈاکٹروں کے آپسی رابطہ کے لیے ہاسپٹل میں Intercom سروس شروع ہوئی۔ غریب مریضوں کے لیے انھوں نے رعایتی قیمت پر دوائیاں میسر کرانے کی غرض سے ہاسپٹل میں ڈرگ شاپ بھی قائم کی۔ ان کی سبک دوشی کے بعد پروفیسر حنیف بیگ دوسرے اور پروفیسر عروج ربّانی (DM) سینٹر کے تیسرے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ ان حضرات کی بے پناہ لگن، محنت اور کوششوں سے یہ سینٹر امراض قلب کے علاج کا ایک مثالی مرکز بن چکا ہے، اور دن بدن ترقی کی نئی منزلیں طے کر رہا ہے۔ سردست پروفیسر آصف حسن (DM) اس کے سربراہ ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں یونیورسٹی کے ملازمین کے بہتر اور منظّم علاج کی غرض سے میڈیکل اٹینڈنس اسکیم (MAS) قائم کی گئی اور چودھری رفعت اللہ خاں (۱۹۶۲ء بیچ) کو اس کا پہلا ڈائریکٹر بنایا گیا۔ بعدازاں ڈاکٹر ایم آرا جمل، ڈاکٹر امان اللہ خاں، ڈاکٹر مبشر، ڈاکٹر بدرالحسن، ڈاکٹر جاوید عثمانی، ڈاکٹر ہارون سبحان خاں، ڈاکٹر انجم پرویز، ڈاکٹر شاہد صدیقی نے بطور

ڈائریکٹر MAS کے نظام کو اور موثر اور منظم کیا۔ فی الوقت پروفیسر حماد عثمانی (۱۹۹۰ء بیچ) اسے مزید نکھارنے میں لگے ہوئے ہیں۔

میڈیکل کالج میں ریڈیولوجی کا شعبہ بہت پہلے ہی قائم ہو چکا تھا۔ اسی کے بطن سے کینسر کے علاج کا شعبہ Radiotherapy ۱۹۹۳ء میں وجود میں آیا اور پروفیسر مجیب قریشی اس کے پہلے صدر شعبہ بنائے گئے۔ ان کی سبک دوشی کے بعد جنوری ۱۹۹۵ء سے جون ۲۰۲۰ء کے درمیان پچیس سال کے طویل عرصہ تک پروفیسر شاہد صدیقی نے اس شعبے کو نئی بلندیاں عطا کیں اور بڑی جانفشانی کے ساتھ کینسر کے علاج کی سبھی جدید ترین سہولیات بہم پہنچائیں۔ وہ مسلسل پچیس سال تک شعبے کے صدر رہے اور کالج کی تاریخ میں ایک ریکارڈ قائم کیا۔ فی الوقت پروفیسر صدیقی کالج کے پرنسپل اور سی ایم ایس کی ذمہ داریاں بھی بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر حارث منظور خاں (ایم ڈی. مائیکروبایولوجی ۱۹۸۶ء) مئی ۲۰۱۱ء سے تا حال میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کے فرائض انتہائی لگن اور جانفشانی سے انجام دے رہے ہیں۔

کالج میں شعبۂ پیتھالوجی کے تحت بلڈ بینک اور سینٹرل لیب انتہائی اہم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ۱۹۹۶ء سے بلڈ بینک باقاعدہ regularize ہوئی اور آج یہ لیب جدید ترین سہولیات سے مزین ہے۔ وقتاً فوقتاً خون عطیہ کیمپ منعقد کرتی ہے۔ پروفیسر سعید الحسن عارف کی زیر نگرانی (۲۰۰۶ء-۲۰۱۹ء) اس میں اہم اضافے کیے گئے اور صوبائی سطح پر یہ بینک ایک منفرد اور اہم مقام رکھتی ہے۔ شعبۂ آرتھوپیڈک سرجری کی گرانقدر خدمات بھی انتہائی قابل فخر ہیں۔ ہزاروں ہڈی اور جوڑ کے آپریشن بہت کامیابی کے ساتھ ہر سال کیے جا رہے ہیں۔ پروفیسر عباس علی خاں ۱۹۶۵ء شعبے سے منسلک ہوئے، اب ان کے سینکڑوں شاگرد اس شعبے میں اور دنیا بھر کے کالجوں میں زبردست خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر خالد شروانی نے کولہے کی منتقلی (Hip Replacement) کے کامیاب آپریشن شروع کیے اور اب Revision Hip تک معاملہ پہنچ چکا ہے۔ ۲۰۰۶ء سے ڈاکٹر عامر بن صابر (۱۹۹۰ء بیچ) نے گھٹنے کی منتقلی (Knee Replacement) کے اب تک تقریباً ۱۲۰۰ سے زائد کامیاب آپریشن انجام دیئے ہیں۔ وہیں ڈاکٹر مظہر عباس (۱۹۸۱ء بیچ) نے بچوں کی ہڈیوں کے defects یعنی ہڈیوں کے نقص کے انتہائی پیچیدہ آپریشن میں نام پیدا کیا۔ ڈاکٹر نیّر آصف نے Knee Arthroscopy کے ذریعہ ہزاروں ناامید مریضوں کو نئی روشنی دی تو Spinal Surgery کے میدان میں ڈاکٹر عامر بن صابر اور ڈاکٹر سہیل احمد انتہائی مشکل سرجری کو آسان بنا رہے ہیں۔ ملک بھر سے مریض یہاں آ کر سرجری کراتے ہیں کیوں کہ اتنی کم قیمت پر یہ مہارت شاید ہی کہیں اور میسر ہو سکے۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، یمن، افغانستان اور دیگر ممالک میں رہ رہے ہندوستانیوں کے لیے بھی یہ شعبہ اس طرح کی سرجری کے لیے پہلی پسند بن گیا ہے۔

کالج کے شعبۂ میڈیسن میں کے ایس احمد پہلے پروفیسر مقرر کیے گئے تھے، پروفیسر ایس. جی تیواری پہلے DM تھے جو شعبے سے منسلک ہوئے۔ پروفیسر کے این گور دوسرے صدر شعبہ بنے۔ ۱۹۹۲ء میں میڈیسن سے علیحدہ ہو کر شعبہ سائیکٹری وجود میں آیا اور پروفیسر ابوقمر صدیقی ۱۹۹۶ء اس کے پہلے صدر شعبہ بنے، وہ اس سے قبل میڈیسن کے شعبہ کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ ۱۹۹۳ء میں تپ دق اور چھاتی کے امراض کا شعبہ (Dept. of Tuberculosis & Resp Diseases) وجود میں آیا اور ۱۹۹۶ء تک کالج کے ڈین ہی

اس کے سربراہ رہے۔ پھر ڈاکٹر راکیش بھارگو نے ۱۹۹۶ء میں پہلے صدر شعبہ کی ذمہ داری سنبھالی، وہ آج کل فیکلٹی کے ڈین بھی ہیں۔ یہ شعبہ بھی تیزی کے ساتھ ترقی کی منزلیں طے کرکے آگے بڑھ رہا ہے۔ ۱۹۹۲ء میں میڈیسن سے علیحدہ ہوکر جلد کے امراض کا شعبہ (Dermatology) وجود میں آیا اور ڈاکٹر ابوالکلام اس کے پہلے صدر شعبہ بنائے گئے۔ ڈاکٹر تحسین دوسرے صدر شعبہ رہے۔ موجودہ صدر شعبہ پروفیسر سہیل امین کی کوششوں سے ۲۰۱۴ء میں MD کی دوسیٹوں کے ساتھ یہ پوسٹ گریجویٹ شعبہ بنا۔ ۲۰۱۷ء میں MD کی پانچ نشستیں ہوئیں اور MD کے پہلے بیچ نے کامیابی سے امتحان مکمل کیا۔ MCI نے ہماری ڈگری کو منظوری عطا کی۔ یہ شعبہ بھی ترقی کی منزلیں طے کررہا ہے اور جلد اور سیکس سے متعلق سبھی بیماریوں کے علاج میں مصروف ہے۔ جدید ترین تکنیک مثلاً Lasers، فوٹوتھیراپی، PRP اور Dermato Surgery یہاں موجود ہیں اور پابندی سے شعبے کی زیرنگرانی پانچ مخصوص کلینک بھی مریضوں کی سہولیت کے لیے چلائے جارہے ہیں اب اسے ریاست یوپی کے بہترین مراکز میں شمار کیا جارہا ہے۔ شعبہ ریڈیوڈائگنوسس (Radio diagnosis) اپنے قیام کے وقت سے ہی کالج اور ہاسپٹل کے ریڑھ کی ہڈی کے طور پر زبردست خدمات انجام دے رہا ہے اور قومی سطح پر اپنی شناخت قائم کیے ہوئے ہے۔ جدید ترین سہولیات سی ٹی اسکین ایم آر آئی، ڈاپلر (Doppler)، الٹراساؤنڈ وغیرہ سے بیماریوں کی تشخیص میں اس شعبے نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ ڈاکٹر جوہری اس کے پہلے صدر شعبہ بنے۔ پروفیسر ریاض الدین، پروفیسر اکرام اللہ، پروفیسر ودیارام، پروفیسر ابن احمد اور پروفیسر محمد خالد نے شعبے کی ترقی میں اہم رول ادا کیا۔ اپنے قیام ہی سے شعبۂ

امراض نسواں اور زچگی نے حاملہ خواتین کی صحت، فیملی پلاننگ، بوقت ڈیلیوری کی نگہہ داشت، امراضِ نسواں کا علاج اور زچگی کے عمل کو محفوظ اور آسان بنانے میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ پروفیسر شائستہ محسن، ڈاکٹر رقیہ رضوی، ڈاکٹر تسم سکینہ، ڈاکٹر کملیش تیواری، ڈاکٹر ذکیہ ارشد، ڈاکٹر نورافشاں، ڈاکٹر امام بانو، ڈاکٹر آرشرما کی خدمات کو موجودہ فیکلٹی ڈاکٹر تمکین ربّانی، ڈاکٹر نشاط اختر، ڈاکٹر زہرہ محسن، ڈاکٹر سیما حکیم اور ڈاکٹر شاہین بڑی خوش اسلوبی سے مزید مستحکم کررہی ہیں۔ لاولد والدین کے لیے مئی ۲۰۱۷ء سے ART مرکز کے تحت IVF سروسز شروع کی گئی ہیں اور اس عمل سے میڈیکل کالج کی تاریخ میں پہلی ولادت ۲۱؍جنوری ۲۰۱۸ء کو ممکن ہوسکی اور اس تاریخ کو JNMC-IVF کے طور پر منایا جانے لگا۔ تب سے اب تک بچوں سے محروم پچھتر والدین میں ۳۰ فی صد کامیابی کے ساتھ یہ ادارہ امید کی کرن بن گیا ہے۔ اگست ۲۰۱۷ء میں نیشنل ہیلتھ مشن (NHM) کے تحت راشٹریہ بال سُرکشا کاریا کرم (RBSK) میڈیکل کالج میں شروع ہوا اور پروفیسر تبسم شہاب کی زبردست کوششوں سے District Early Intervention Centre (DEIC) قائم ہوا جس میں چھوٹے بچوں کی مختلف بیماریوں، جسمانی نقص، نشوونما میں دیری (Development Defects) اور مختلف Deficiency Diseases کا انتہائی معقول اور پوری طرح مفت علاج شروع ہوا۔ اس کے تحت بچوں کے دل کے انتہائی پیچیدہ آپریشن کیے گئے۔ اب تک اس سینٹر میں ۱۵۱ سے زائد اوپن ہارٹ سرجری، ۱۰۰ سے زائد کی ہول سرجری یعنی Cardiac Catheterization اور ۳۲۵ سے زائد دل کے مختلف سوراخ اور دل کے پیدائشی امراض کے علاج کے ذریعہ زبردست خدمت انجام دی گئی۔ پروفیسر کامران افضال

(۱۹۸۹ء بیچ)، ڈاکٹر شاد عبقری (۱۹۹۹ء بیچ)، ڈاکٹر اعظم حسین (۱۹۹۹ء بیچ) اور موجودہ نوڈل آفیسر ڈاکٹر عظمیٰ فردوس (۱۹۹۵ء بیچ) کی خدمات لائق ستائش ہیں۔

ڈینٹل کالج:

میڈیکل کالج میں دانتوں کے علاج (Dentistry) کی ابتداء آرتھوپیڈک OPD کے ایک کمرے میں ہوئی پھر لکھنؤ میڈیکل کالج سے فارغ ڈاکٹر اشتیاق رضوی (BDS, MDS) کے تقرر سے اس میں کچھ اور جان پڑی اور OPD میں دانتوں کے مریضوں کا علاج شروع ہوا۔ ۱۹۷۱ء میں ڈاکٹر ایس ایچ ہاشمی اس شعبے میں لکچرار مقرر ہوئے، وہ بھی KGMC لکھنؤ سے BDS/MDS کی تعلیم حاصل کر چکے تھے، اس طرح MBBS کے آخری سال میں ڈینٹل تعلیم کا سلسلہ بھی شروع ہوسکا اور مریضوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہونے لگا تو ڈینٹل OPD کو OPD بلاک میں اِسکن OPD کے سامنے منتقل کر دیا گیا۔ ڈاکٹر محمود الرحمٰن ۱۹۹۵ء میں شیخ الجامعہ بنے ان کی کوششوں کے باعث ڈینٹل کاؤنسل کالج آف انڈیا (DCI) کو بمشکل راضی کیا جاسکا، تمام تکنیکی ضروریات کو پورا کیا گیا اور دسمبر ۱۹۹۶ء میں BDS کے پہلے بیچ میں چالیس طلبہ وطالبات نے داخلہ لیا اور پُرانے نرسنگ اسکول میں ڈینٹل کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ یہی نہیں بلکہ اسی سال پدم شری محمود الرحمٰن صاحب کی کوششوں سے MBBS کی نشستیں بھی ۱۰۰ سے بڑھا کر ۱۵۰ کردی گئیں جو کہ کالج کی یقیناً ایک انتہائی اہم کامیابی ہے۔ ۲۰۰۰ء کے آتے آتے ڈینٹل کالج کی انتہائی جدید طرز سے آراستہ شاندار عمارت میں ڈینٹل کالج منتقل ہوگیا اور ۲۰۰۲ء میں حامد انصاری صاحب کی وائس چانسلری کے دور میں اس کا نام ڈاکٹر ضیاء الدین احمد ڈینٹل کالج طے کردیا گیا (ZADC)، پروفیسر ایس ایچ ہاشمی ڈینٹل کالج کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۲۰۰۸ء میں MDS یعنی ڈینٹل سائنس میں پوسٹ گریجویٹ تعلیم کا آغاز چار سیٹوں کے ساتھ ہوا اور اس وقت ڈینٹل کالج میں MDS کی سترّہ سیٹیں مختلف شعبوں میں موجود ہیں۔ کالج میں سات اہم شعبے قائم ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ دس سے زائد کالج کے اساتذہ اِسی کالج سے فارغ التحصیل ہیں اور کچھ شعبوں میں صدر شعبہ تک پہنچ گئے ہیں۔ ڈاکٹر ایچ اے علوی نے بھی کچھ عرصے کالج کے پرنسپل کی ذمہ داری سنبھالی۔ ۲۰۱۲ء میں پروفیسر ہاشمی کی سبک دوشی سے لے کر آج تک پروفیسر آر کے تیواری کالج کے پرنسپل ہیں۔ کالج کے اساتذہ اور فارغ التحصیل طلبہ اپنے اپنے میدانوں میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ۲۰۰۱ء بیچ کے طالب علم شوم شرما (Shivam Sharma) نے ۲۰۱۱ء کے سول سروسز امتحان میں ۴۴۵ کل ہند رینک حاصل کر کے انڈین ریلوے ٹریفک سروسز (IRTS) جوائن کی اور اس وقت نورتھ سینٹر ریلوے، الٰہ آباد میں ڈپٹی چیف آپریشن منیجر کے اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں۔ کالج کے طالب علم ڈاکٹر نسیم اشرف ۲۰۰۴ء- ۲۰۰۵ء میقات میں اور ڈاکٹر مشکور عثمانی نے ۲۰۱۷ء میں صدارت کے الیکشن میں کامیابی حاصل کی۔

ٹراما سینٹر کا قیام

میڈیکل کالج OPD اور ایمرجنسی میں دن بدن مریضوں کی بڑھتی تعداد کے پیش نظر کئی برسوں سے یہ کوشش جاری تھی کہ کوئی بہتر، کشادہ اور متبادل انتظام کیا جاسکے، پُرانی ایمرجنسی میں بڑھتے مریضوں کی تعداد کے ساتھ کام کرنا مشکل ہورہا تھا اور ایک جدید ترین خطوط پر آراستہ ٹراما سینٹر کا خواب ایک عرصے سے دیکھا جارہا تھا۔ بالآخر PMSSY اسکیم کے دوسرے مرحلے کے تحت حکومت ہند

نے ٹراما سینٹر، نئے OPD بلاک، گائنی اور کارڈیک بلاک کی تعمیر کے لیے ایک سو پچاس کروڑ کی رقم مہیا کرائی۔ ڈاکٹر پی کے عبدالعزیز کے وائس چانسلری کے دور میں اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور بڑی تیزی کے ساتھ یہ تعمیری کام آگے بڑھا۔ لیفٹیننٹ جنرل ضمیر الدین شاہ نے اس میں خاصی دلچسپی لیتے ہوئے تعمیری کام کو تیزی سے آگے بڑھایا۔ بالآخر انتہائی جدید سہولیات سے آراستہ OBG & Cardiac Block اور OPD کے نئے بلاک کا افتتاح پروفیسر طارق منصور وائس چانسلر اے ایم یو نے ۲/اگست ۲۰۱۷ء کو کیا، اس وقت پروفیسر امان اللہ خاں میڈیکل کالج کے ڈین پرنسپل اور CMS تھے۔ یاد رہے کہ بحیثیت پرنسپل میڈیکل کالج پروفیسر طارق منصور نئے ٹراما سینٹر کی تعمیر میں پیش پیش تھے۔ ۱۰/اکتوبر ۲۰۱۸ء کو پُرانی ایمرجنسی کو پوری طرح بند کر دیا گیا اور وائس چانسلر پروفیسر طارق منصور نے ۲۰/اکتوبر ۲۰۱۸ء کو ایمرجنسی اینڈ ٹراما سینٹر کا افتتاح کیا۔ حسنِ اتفاق کہ اس وقت ان کے کلاس فیلو پروفیسر ایس سی شرما میڈیکل کالج کے ڈین، پرنسپل اور CMS تھے۔ یہ سینٹر جدید ترین خطوط پر بنایا گیا ہے جو تین منزلہ ہے اور اس میں ایک سو دس بستر ہیں۔ پیتھالوجی اور ریڈیالوجی کے سبھی Investigation کی سہولت کے ساتھ ICU اور نو آپریشن تھیٹر سے مزین ہے۔ پُرانی ایمرجنسی کے مقابلے ۲۰۱۹ء میں مریضوں کی تعداد میں زبردست اضافہ دیکھا گیا ہے۔ ایمرجنسی آپریشن تقریباً دو گنے ہو گئے ہیں۔ اس وقت سبھی شعبوں میں علیحدہ ICU قائم ہیں۔ نوزائیدہ بچوں سے لے کر بڑے بچوں کے لیے انتہائی نگہہ داشت یونٹ میں اٹھارہ بستر مہیار ہیں۔ وینٹیلیٹرس (Ventilators) کی کل تعداد ۳۷ اور ہاسپٹل میں کل بستروں کی تعداد ۱۲۶۹ ہے۔ ہاسپٹل کی OPD میں اس وقت تقریباً دس لاکھ لوگ سالانہ علاج کرا رہے ہیں جب کہ ایمرجنسی میں مریضوں کی سالانہ تعداد تقریباً پونے دو لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ چھ ہزار سے زائد ولادتیں اسپتال میں ہر سال کرائی جا رہی ہیں۔

موجودہ کووِڈ-۱۹ کی عالمی وبا کے دوران میڈیکل کالج ہاسپٹل نے زبردست خدمات انجام دی ہیں جس کا اعتراف ملکی اور بین الاقوامی سطح پر کیا جا رہا ہے۔ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر یہاں کے ڈاکٹرز، نرسیز اور دیگر پارا میڈیکل اسٹاف پوری قوت سے سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ سو بستروں پر مشتمل کووِڈ وارڈ (جس میں پندرہ وینٹیلیٹرس ہیں)، میڈیکل کالج کا پورا طبی اور انتظامی عملہ اور پوری یونیورسٹی انتظامیہ تن من دھن سے اس عالمی وبا کے خلاف میدان جنگ کے ہر محاذ پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ سوا لاکھ سے زائدہ کووِڈ ٹسٹ اب تک کیے جا چکے ہیں اور پورا ہاسپٹل اسٹاف دن رات ایک کر کے مریضوں کی خدمت میں ڈٹے ہوئے ہیں۔

علی گڑھ میڈیکل کالج کے طلبہ وطالبات اس وقت پورے ملک اور بیرونِ ملک کے سینکڑوں میڈیکل کالجوں اور اسپتالوں میں اہم ترین ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔

دنیا بھر میں میڈیکل کالج اے ایم یو کے طلبۂ قدیم نے اپنی انجمنیں قائم کی ہیں۔ امریکہ، انگلینڈ، آسٹریلیا، کینیڈا، متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، جرمن، افریقی ممالک کے سینکڑوں شہروں میں پھیلے ہوئے JNMC سے فارغ التحصیل طلبہ وہاں پر رہ کر ان ممالک کی ترقی وخوشحالی اور بالخصوص صحت کے میدان میں زبردست خدمات پیش کر رہے ہیں۔

☆☆☆